بچوں کے ادب پر ڈاکٹر اسد اریب کی تحقیق و تنقید

Dr. Asad Areeb's research and criticism on children's literature

ڈاکٹر تنزیلہ مشتاق [i]
ڈاکٹر سمیعہ رشید [ii]

Abstract:

Multan has always been an important region in terms of its services, knowledge, arts, and culture. Dr. Asad Areeb is a renowned Urdu writer, intellectual, poet, travelogue writer, researcher, critic, and editor. He is the first scholar in the subcontinent to be awarded a doctoral degree for his work on children's literature. Benefiting from the ideas of Harry Sane, he explained that there are many forms of communication beyond language. He also praised the work of Franklin, which was a non-governmental international organization. He was honored with the "Writer Guild Dawood Literary Award" as well. New trends, analyses, and suggestions are also included in this book.

Keywords: *Multan, Critic, Literature, Critism, Children's Literature, Dr. Asad Areeb*

ملتان اپنی قدمات ، علوم و فنون اور تہذیب کے لحاظ سے ہمیشہ اہم خط رہا ہے ڈاکٹر اسد اریب اردو کے نامور ادیب ، دانشور ، شاعر ، سفرنامہ نگار ، محقق ، نقاد اور مدون بھی ہیں برصغیر میں بچوں کے ادب پر ڈاکٹریٹ کی سند فضیلت پانے والے وہ پہلے محقق ہیں۔۔ ہیری سین کے افکار سے استفادہ کرتے ہوئے بتایا کہ زبان کے علاوہ بھی ابلاغ کی کئی صورتیں ہیں اور فرینکلن کے کام کی تعریف کی جو ایک غیرسرکاری بین الاقوامی ادارہ تھا۔۔ جسے رائٹر گلڈ داؤد ادبی انعما سے بھی نوازا گیا۔ نئے رجحانات ، تجزیہ اور تجاویز پر بھی اسی کتاب میں شامل ہیں۔

کلیدی الفاظ: ملتان ، نقد ، ادب ، تنقید ، بچوں کا ادب ، ڈاکٹر اسد اریب۔

ملتان اپنی قدامت، علوم و فنون اور تہذیب کے لحاظ سے ہمیشہ اہم خطہ رہا ہے۔ ملتان میں تخلیقی کام کے ساتھ تحقیقی و تنقیدی صنف ادب کو موضوع بنایا۔ ملتان میں تحقیق کی روایت بہت پرانی ہے۔ ملتان میں تنقید کی روایت کو دیکھیں تو اس میں ابتدائی ناموں میں جابر علی سید، عرش صدیقی، پروفیسر افتخار حسین شاہ، ڈاکٹر اے بی اشرف، پروفیسر اسلم انصاری، ڈاکٹر اسد اریب، ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر فاروق عثمان، ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر عبدالروف شیخ، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر روبینہ ترین، ڈاکٹر مختار ظفر، ڈاکٹر شگفتہ حسین، ڈاکٹر قاضی عابد، ڈاکٹر عقیلہ بشیر، ڈاکٹر فرزانہ کوکب اور ڈاکٹر عامر سہیل کے نام شامل ہیں۔ ان کے علاوہ چند جدید ناقدین میں ڈاکٹر امتیاز حسین بلوچ، ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ، ڈاکٹر ظفر ہرل، ڈاکٹر محمد آصف، ڈاکٹر لیاقت علی، ڈاکٹر حماد رسول، ڈاکٹر خاور نوازش، ڈاکٹر سجاد نعیم، ڈاکٹر قیصر امتیاز گورمانی وغیرہ شامل

[i] لیکچرر شعبہ اردو ، سدرن پنجاب ریڈیمرز ، تونسہ شریف (Corresponding Author)
[ii] سکول ایجوکیشن ڈیپارٹنٹ ، علی پور ، ضلع مظفر گڑھ۔

ہیں۔ عمومی طور پر اردو تحقیق و تنقید کا کام صرف کتابوں، دستاویزات اور اداروں سے متعلق ہوتا ہے لیکن ملتان کا امتیاز یہ ہے کہ یہاں اردو تحقیق و تنقید میں سماجی عمل میں نظر انداز کیے جانے والے طبقات کے حافظے کو بھی اہمیت دی گئی اور دریائے چناب کے کنارے آباد لوگوں کی سینہ بہ سینہ محفوظ لوک کہانیاں، جوگی کی کتھا، ملتان کے گرد و نواح کے دستکار مرد و زن اور ہریانوی زبان کے لوک گیتوں کو محفوظ کیا گیا ہے۔[۱]

ڈاکٹر اسد اریب کی ولادت دستاویزی طور پر ۱۱ جولائی ۱۹۳۹ء ہے لیکن ان کی درست ولادت کی تاریخ ۱۱ جولائی ۱۹۳۷ء ہے۔ اس بات کا اظہار انھوں نے اپنے انٹرویو اور اپنی کتاب میرا فرمایا ہوا کے بیک ٹائٹل پر یوں کیا ہے:

بر سرِ حیات بمطابق عکس شجرہ ۱۱ جولائی ۱۹۳۷ء بمطابق اندراجات تعلیمی ۱۱ جولائی ۱۹۳۹ء[۲]

ڈاکٹر اسد اریب کے جد گرامی، سید اجل، شیخ الاسلام، قاضی صدر الدّین، صدرِ جہاں سبز واری کو بلبن بادشاہ نے دیوانِ انشا کا منصب عطا کیا پھر عہد برطانیہ تک قضا بر بنائے علم انھی کے خاندان میں رہا۔ قضا موصوف کے بعد گنا آباد سے سبز واری بزرگوں کے سرخیل عمدۃ الملک، قاضی القضاۃ حمید الدّین ۷۷۲ھ میں ہندوستان تشریف لائے۔ ڈاکٹر اسد اریب بدایوں کے محلّہ قاضی ٹولہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان سبز وار کی نسبت سے سبز واری کہلاتا ہے۔ والد صاحب حضرت احسن بدایونی، عبدالرحمٰن راسخ دہلوی کے شاگرد تھے جو شاعر و ادیب ہونے کے ساتھ مذہبی دانشور بھی تھے۔ بہ قول اسد اریب:۔

میں چھ صدیوں سے صرافِ سخن ہوں
مرا گھر شعر و حکمت کا خزینہ

ڈاکٹر اسد اریب کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے والد گرامی سے ایک سجع سنا جو ہمارے بارے میں تھا۔ میرا تاریخی نام اسد علی ہے۔ میرے بھائی کا نام غضنفر علی تھا۔ ایک بھائی ضیغم علی تھے۔ اسد، غضنفر اور ضیغم تینوں کے معنی شیر کے ہیں۔ ایک بہن احسان فاطمہ ہے اور دوسری کا نام عطیہ فاطمہ تھا:۔

اسد علی ہیں، غضنفر اور ضیغم ہیں
یہ سب عطیہ و احسانِ ربِ اکرم ہیں

جنھوں نے ۷۵ سال بعد اب تک مجھے خیال آتا ہے۔ احترام آدمیت کی خوشبو اور
شعر و ادب کی مٹھاس میری گھٹی میں ملا کر مجھے چٹائی ہو گی۔[۳]

جب اسد اریب چار سال چار ماہ چار دن اور چار گھنٹے کے ہوئے تو روایتی بسم اللہ ہوئی اور چاندی کی تختی پر ''قل'' کا لفظ لکھوایا گیا۔ منشی علی محمد آپ کے پہلے اتالیق تھے جو گھر پر ہی پڑھانے آتے۔ وہ قاری قرآن، معلم، زبانِ فارسی، حافظ اور عمدہ خوش نویس تھے۔ وہ تیراکی، شکار اور غلیل چلانے میں بھی اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے۔ اسد اریب عمر کے پہلے دس گیارہ برس انھی کے زیر تربیت رہے۔ ٹکٹ گنج میں عین اللہ شاہ سے ان کے مدرسے میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ عربی اور فارسی سے جب شدید محبت ہوئی تو بدایوں کے مشہور دینی مدرسے ''شمس العلوم'' میں داخلہ لیا۔ اس دور کے مشہور مدرس استاد غلام رسول المعروف شخص میاں سے عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں مدرسہ قادریہ محلّہ مولوی ٹولہ میں ایک برس گزارا۔ انگریزی سکول ''حافظ صدیق میسٹن'' میں بڑے پنڈت جی، لالہ سری رام سے ہندی بھی پڑھی۔ ۱۹۵۰ء میں بدایوں سے ہجرت کے وقت آٹھویں درجے میں پڑھتے تھے۔ ہجرت کے بعد ان کے خاندان لاہور آباد ہوا۔ یہ لوگ یہاں اجڑے ہوئے آئے تھے۔ آہستہ آہستہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے۔ پاکستان آکر تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔ ایمپرس روڈ کے مسلم لیگ ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ پھر کچھ عرصہ دیال سنگھ کالج میں پڑھتے تھے۔ باقی تعلیم پرائیوٹ حاصل کی۔ ۱۹۵۹ء میں پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا، جہاں سے ۱۹۶۱ء میں ایم اے اردو کیا۔ اپنے زمانۂ طالب علمی کا ذکر کرتے ہیں کہ میرے استاد بہت محنتی تھے۔ ان کے اساتذہ میں ڈاکٹر سید عبداللہ، سید وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر افتخار صدیقی اور ڈاکٹر محی الدین شامل تھے۔ ڈاکٹر صادق انگریزی کے استاد تھے۔ ڈاکٹریٹ کے لیے بھی اچھوتے موضوع کا انتخاب کیا۔ بچوں کا ادب پر ان کا مضمون شائع ہوا تھا۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے انھیں ٹیلی گرام بھیج کر بُلایا۔ ان دنوں اسد اریب صادق ایجرٹن کالج بہاول پور میں لیکچرار تھے۔ انھوں نے پی ایچ ڈی کے مقالہ کی پیش کش کر دی۔ ان دنوں تک برصغیر میں بچوں کے ادب پر کوئی کام نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے ڈاکٹر وحید قریشی کی زیر نگرانی مقالہ لکھنا شروع کیا۔ ڈاکٹر عندلیب شادانی اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ ممتحن مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر اسد اریب نے قلم کی صحافتی گرفت کا شعور برصغیر کے ممتاز صحافی نصر اللہ خان عزیز کی زیر نگرانی حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء کے زمانے میں جماعتِ اسلامی کے ترجمان روزنامہ تسنیم میں بطور سب ایڈیٹر کام کرتے رہے۔ مختلف اخبارات میں مضامین و کالم لکھنے کا سلسلہ بھی اسی دوران پروان چڑھا۔

ڈاکٹر اسد اریب کی عالم گیر شہرت منبر سے وابستہ ہونا بھی ہے۔ انھوں نے ایک طویل عرصے تک مجالس سے خطاب کیا اور اس وسیلے سے دنیا بھر میں گئے۔ مثلاً انگلینڈ نے ہالینڈ، بلجیم، کویت، عراق، سعودی عرب، بنگلادیش، دوحہ، چائنا، انڈیا، آزربائیجان، ایران اور ملک کے ہر کونے میں خطاب کے لیے گئے، مگر اچانک اس سلسلے کو روک دیا کیوں کہ ملک کے حالات بیان کرنے والوں کے لیے موافق نہ رہے تھے۔

ڈاکٹر اسد اریب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی شاہدہ زمانی سے ایک بیٹا علی سخن وَر ہوئے جو معروف کالم نگار، انگریزی کے استاد اور مقامی کالج میں بطور پرنسپل تعینات ہیں۔ اس کے علاوہ رباب، فروہ، سیمانہ اور اُمامہ چار بیٹیاں ہوئیں جو اپنے گھروں میں آباد ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں ماہ طلعت زاہدی کو اپنی ازدواجی زندگی کا شریک سفر بنالیا۔ ۲۰۲۰ء میں ماہ طلعت زاہدی نے رخصتِ حیات لی۔ یہ بیس سال ان دونوں کی زندگی کے بہترین سال قرار دیے جاسکتے ہیں۔ اس دوران یہ دونوں ملکوں ملکوں گھومے، سفر نامے لکھے، شاعری کی کتابیں چھپوائیں۔

ڈاکٹر اسد اریب ۱۱۰کتوبر ۱۹۶۱ء شعبہ تدریس سے وابستہ ہوئے۔ پہلی تقرری گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج بہاول پور میں ہوئی۔ ۱۹۶۳ء میں گورنمنٹ کالج حیدرآباد (سندھ) میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۶۷ء میں دوبارہ گورنمنٹ کالج بہاول پور چلے گئے۔ اسی طرح مختلف کالجوں یونیورسٹیوں میں مسلسل ۳۸ سال تک علم و ادب کی خدمات پیش کرتے رہے ہیں۔ بحثییت سربراہ شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج ملتان سے بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر ریٹائر ہوئے۔

ڈاکٹر اسد اریب عربی، فارسی، انگریزی، اردو، ہندی میں کامل دسترس رکھتے ہیں اور ہندی کے ذریعے سنسکرت سے بھی آگاہی رکھتے ہیں۔ غالب سے عشق، پرانی کتابوں کو تلاش کرکے پڑھنا شروع ہے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں فارسی لٹریچر، لغاتِ جدیدہ عربی و فارسی، کلاسیکی ادب، مصحفی کے دیوان کے ۲۲ نسخے، دیوان غالب کے نام ایڈیشن غیاث قدیم، معارف، دیوان میر تقی میر اور دیگر موضوعات پر ان گنت کتابیں موجود ہیں۔ ان نادر کتابوں کو جمع کرنے میں ان کی معاونت مخدوم راجو شاہ گردیزی مرحوم، سید محفوظ قطب الخیر اور حسن رضا گردیزی نے بھی کی۔

ڈاکٹر اسد اریب کا تحقیقی مقالہ بچوں کا ادب پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۸۲ء کتابی صورت میں

شائع کیا۔ اس کتاب کو انھوں نے اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے لیے روشناس کروایا۔

ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> میں نہایت صاف لفظوں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اردو میں بچوں کا ادب، ادب کے طور پر تخلیق نہیں کیا گیا، اس ادب کی جتنی اہمیت تھی، اس اہمیت کے مد نظر اس موضوع پر کچھ بھی کام نہیں کیا گیا اور جو کیا گیا وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔[۴]

مغرب کے اثرات اور نئے تعلیمی تقاضے اس تحقیق کا دوسرا باب ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے پرانی طرز سے ہٹ کر انیسویں صدی کی کتابوں کا ذکر ہے۔ اس میں فورٹ ولیم کالج میں جس نے خدمات سرانجام دیں، ان میں میر امن دہلوی اور جان گلکرسٹ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اس میں انھوں نے مختلف زبانوں کے آسان لفظ گرائمر صرف و نحو کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم نامہ (ابراہیم مقبہ)، رسالہ عقیقہ (مولوی تراب علی)، تعلیم الاطفال (مرزا قاسم بیگ)، قاعدہ محمدی (مولوی غلام محمد خان) وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان کتابوں کی سب سے بڑی خصوصیات یہی ہے کہ انھیں آسان سے آسان الفاظ میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چھے ابواب پر مشتمل ہے اور اس کے کل صفحات ۲۵۵ ہیں۔ اس باب کا سب سے اہم مقصد ابلاغ یعنی پیغام پہچانے کا ذریعہ زبان ہے لیکن زبان کے علاوہ اور بھی بہت اہم وسیلے ہیں۔ مثلاً مجسمے، تصویریں، کھیل اور نقلیں وغیرہ۔ جب انگریز ہجرت کرکے برصغیر میں اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے لیے آئے تو انھوں نے اپنے بچوں کو اس قابل بنایا کہ جو بچے زندگی کی ضرورتوں کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ افسانے، کہانی، شاعری، ڈرامے کی صورت میں بچوں کا ادب مختلف عنوان میں تخلیق ہوا۔ اس کے علاوہ ریڈیو، ٹی وی اور رسالوں میں آہستہ آہستہ یہ ادب پھیلایا گیا۔ تہذیبِ نسواں اور پھول محمدی بیگم کی زیرادارت ان سب لوگوں نے مل جل کر بچوں کے ادب میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ اس سلسلے میں ایک ادارے نے اپنی طرف سے بہت اہم خدمات سرانجام دی۔ یہ ایک آزاد غیر سرکاری بین الاقوامی ادارہ تھا۔

تہذبِ نسواں اردو کا سب سے پہلا رسالہ ہے جس میں بچوں کے لیے بہت کچھ لکھا گیا اور بہت سے ادیبوں نے بچوں کے ادب پر بہت زیادہ کام کیا۔ ان میں ارشد تھانوی، الیاس مجیبی اور امتیاز علی تاج کا نام قابلِ ذکر ہے۔ امتیاز علی تاج اردو کے ڈراما نگار ہیں۔ بچوں کا مثالی ادب میں شاعری کے حوالے سے بہت

کام کیا گیا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنی تیزی سے نظمیں بآسانی یاد ہوتی ہیں ویسے نثر نہیں، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بچوں کے مزاج کی نظمیں ابھی تک نہیں لکھی گئی۔ انجمن پنجاب کے زیر اثر نظم تحریک کی صورت میں وجود میں آئی۔ بچوں کی شاعری لکھنے والوں سب سے زیادہ اور اہم نام ہے، وہ اسماعیل میرٹھی کا ہے۔ اس کے علاوہ آزاد، نذیر احمد، اکبر اور حالی کے نام قابل ذکر ہیں۔ اسماعیل میرٹھی کی جو نظمیں ہیں اس میں باقی تمام شاعروں کی شاعری کے اندر بچوں کے لیے جو بھی پہلو موجود تھے، ان سب کو یکجا کر دیا۔ یعنی ہر ایک شاعر کے اندر ایک اہم خوبی ہوتی ہے۔ کوئی بچوں کے کھیلوں کا ذکر کرتا ہے کوئی بچوں کی معصومیت پر کوئی کسی بچے کی ذہانت پر ان سب چیزوں کو اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔ ان کی شاعری بہت سادہ اور پر کشش الفاظ اس نے استعمال کیے ہیں۔ اس میں حالی، محمد حسین آزاد، علامہ اقبال، اختر شیرانی انھوں نے اپنی شاعری میں ان کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ کچھ ایسے پہلو جو وہ اجاگر نہیں کر پائے تو اس نے ان کی باتوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی شاعری پر مزید اس کو خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ہماری نسلوں کو آگاہ کیا اور ان میں شعری ذوق مزید بڑھا۔ ایک اور تحقیقی مقالہ زندگی اور ادب کے ناطے یہ بچوں کے نثری ادب کا حصہ ہے۔ اس طرح جب بچے کتابیں پڑھنا شروع کرتے ہیں تو وہ سب سے پہلے نظم کی طرف جاتے ہیں اور پھر نثر کی طرف بچوں کے ادب پر ڈاکٹر اسد اریب کی ایک اور کتاب کچھ تجزیے کچھ تجاویز ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

تعلیم و تربیت اس پہلو سے ہونی چاہیے کہ بچے کو تمدنی زندگی کے سمجھنے میں مدد ملے۔

- فنی تعلیم اور مشغلوں پر کتابیں لکھی جانی چاہیے۔
- بچوں کی کہانیوں کا بڑا مقصد تحصیل مسرت ہونا چاہیے۔
- بچوں کا ادب تاریخ کے اثر سے آزاد ہیں رہ سکتا۔

اب جو نئے محققین مقالہ پر کام کر رہے ہیں اگر اس کو اپنا معیار سمجھتے تو آج تحقیق کا معیار ذرا مختلف ہوتا جو ہماری منزل آگے سے آگے کی تھی لیکن ہماری دوڑ آگے کی بجائے پیچھے کی طرف تھی۔

اس ملک پر آسیب کا سایہ ہے یا کیا ہے؟
کہ حرکت تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ ۵

الف سے ی تک ایک اہم ترین تجرباتی کتاب ہے۔ڈاکٹر نے اپنی یہ کتاب نواسی ”حرا علی کے نام“ کی ہے۔اس کتاب کا نام ایسا ہے جیسے کوئی حروف تہجی کی کتاب ہو لیکن ایسا ہر گز نہیں ہے۔ یہ بچوں کے اوپر لکھی جانے والی بڑی خوب صورت کتاب ہے۔ بچوں کے اردو ادب کا تجزیہ پانچ صدیوں پر مشتمل ہے۔اس کتاب کا بنیادی مقصد یہی ہے۔بچوں کا ادب اس کتاب کی تخلیقی اساس ہے۔

اردو میں بچوں کا ابتدائی ادب سولہویں صدی عیسوی میں بچوں کے نصاب کا سلسلہ پہلے نظر نہیں آتا۔خالق باری بچوں کے نصاب کی قدیم ترین کتاب ہے۔حافظ محمود خان شیرانی، ضیاالدّین خسرو کی جب کہ مولانا محمد حسین آزاد خالق باری کو امیر خسرو کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ تین سو برس تک بچوں کے نصاب پر خالق باری کی نقل پر کتابیں لکھی۔فورٹ ولیم کالج،دہلی کالج،تعلیم نامہ،انگریزی آموز ہندی کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ تصویروں کے ذریعے مسٹر لاری نے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر کتابیں لکھی اور بچوں کا شوق کتابوں میں اور بڑھ جائے گا۔ سید جعفر حسین نے ہندوستان کتاب جسے انھوں نے اردو میں منتقل کیا ہے۔اس کتاب کا نام بسلسلہ لاری اس طرز پر لکھی گئی ہے۔

بچوں کی کتابوں میں نثر سے زیادہ نظموں پر توجہ دی گئی ہے۔یعنی نظموں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ بچوں کی کتابیں عمر کی تدریجی منزلوں اور ذہنی ارتقا کے مطابق ہونی چاہیے کیوں کہ بچوں کے سیکھنے کا عمل انھی سالوں میں ہوتا ہے۔ تجزیاتی کتاب کا دوسرا موضوع ”نئے رجحانات کی روشنی“ ہے۔ ہندوستانی ادیبوں نے انیسویں صدی کے وسط میں اپنے آپ کو خول سے نکالا وہ پہلے ایک خاص دائرے پر محیط تھے اور پھر جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کرلیا تو ہندوستان کے لوگوں نے بھی کھلی آنکھوں سے دنیا کو دیکھا۔ اس دور کی سب سے بڑی جو شخصیت تھی وہ سر سید احمد خان تھے۔ وہ اس دور کے پہلے مؤدب رہے ہیں اور پھر جنگ آزادی یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد حالات بہت تبدیل ہو گئے۔اور پھر ادب کو فروغ ملا۔اچھے اور برے کی تمیز پیدا ہوئی۔ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> انیسویں صدی کا وسط شروع ہوتے ہی بچوں کے ادب کا رجحان بدل گیا اور مضامین علمی و ادبی کے ذریعے مختلف علوم و فنون اور مشاغل کی طرف بچوں کو توجہ دلائی گئی مگر یہ سب کچھ مذہب اور عقیدے کو کمزور کرکے نہیں ہوا۔ عقائد دینی اور افکار

> تمدنی کو ہمارے بزرگوں نے کسی جگہ گھٹنے نہیں دیا۔ البتہ اتنا ضرور کیا کہ صرف مذہبی اور معاشرتی نقطہ نظر سے تعلیم حاصل کرنے کا رجحان ختم کر دیا۔ ابتدائی طور پر اس امر کی کوشش کی کہ علم و ادب کے ذریعے بچوں میں جبلی صلاحیتیں ابھریں، استدلال کی قوت پیدا ہو الفاظ کے استعمال کا ہنر آئے اور گفتگو سمجھنے کی صلاحیت بڑھے۔[۶]

جھجو، جھولنے اور بولیاں بچوں کے شعری ادب کی بنیاد ہے۔ ترنم کی تاثیر نغمے کا جادو حسی ادرک کی غذا ہے۔ نثر کی بجائے نظم سے حواس انسانی کی ابتدائی تربیت ہوئی۔ بچپن کی معصومیت، کھیلنے کے انداز ان کی خوب صورت ہنسی میٹھی باتیں سادہ زندگی کو نظم میں جتنا خوب صورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اتنا کوئی اور ذریعہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ جب بچہ سونے لگتا ہے تو اس کی ماں اسے لوری سناتی ہے۔ لوریوں کا مقصد بچے کو سلانا ہے جب بچہ رو رہا ہوتا ہے تو اس کا خیال دوسری طرف کرنے کے لیے اس کو کہانی سنائی جاتی ہے اور بچہ کا خیال پھر دوسری طرف مڑ جاتا ہے۔ اب کے جدید دور میں ان بولیوں، لوریوں کا رنگ بدل گیا ہے کیوں کہ اب ان لوریوں کی جگہ موبائل اور انٹرنیٹ نے لے لی ہے۔

اردو صحافت نے اس جدید دور میں "بچوں کا ادب" اپنے رسالوں میں بہت اعلیٰ پروان چڑھایا۔ اب کے دور میں بچوں کا ادب انھی رسالوں کے مرہونِ منت ہے۔ بچوں کا اخبار ۱۹۰۲ء، پھول ۱۹۰۹ء اور تہذیب نسواں ۱۸۹۸ء یہ بچوں کے ادب پر اپنی خدمات سرانجام دی۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں:

> پھول صرف ایک اخبار ہی نہیں، ایک ادارہ بھی تھا، جس نے کم و بیش پچاس برس تک ملک کے ادیبوں کو دعوت فکر دی اور نئے لکھنے والوں کی ذہنی تربیت کا فریضہ سرانجام دیا۔[۷]

برصغیر میں پھول اخبار کی اتنی مقبولیت ہوئی کہ ہر دور میں بچوں کے رسالے کی اشاعت ہونے لگی۔ اخبار سعید، غنچہ بجنور اس دور میں ان کو بے حد مقبول ہوئے۔ دہلی کا کھلونا، پریم، گلدستہ؛ یہ مولانا تاجور کے رسالے بڑی شہرت لے گئے۔ یہ بچوں کے لیے بے حد مقبول ہوئے۔ بچوں کی جو کہانیاں ہیں وہ بچوں کے ذہن پر کیا اثرات کرتے ہیں؟ اس میں بچوں کے لیے لکھے گئے رسالوں میں ان کے سفر نامہ، سوانح عمریاں، قصہ کہانیاں مذہب اہل اسلام اور مضمون کے آخر میں "چراغ کی کہانی"، "صبح کا تارہ" اس میں

مصنف نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ پہلے دور میں بچوں کے ادب کے حوالے سے کوئی اتنا اہم کام نہیں ہوا تھا لیکن دوسرے ممالک یعنی یورپ کی دیکھا دیکھی ہم نے اس موضوع کو زیادہ اہم بنایا۔

۱۹۶۱ء لاہور میں پہلی کانفرنس ادبی تاریخ میں منعقد کی۔ ادبی کانفرنس میں مختلف ادیبوں نے انتظار حسین، حنیف رامے، ڈاکٹر اسد اریب نے اپنے مختلف مقالات پیش کیے۔ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء کو پاکستان کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد ہوا۔ اردو نصاب کا باوا آدم "مُلّاں لاہوری" کو کہا جاتا ہے۔ دسویں صدی ہجری میں اردو نصاب پڑھانے والے علماء یعنی استاد اپنے شاگردوں کو علم سے روشناس کیا۔ بچوں کی قوت ادراک کا اصل مقصد بچوں کا ادب ہی ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> بچوں کا ادب ان کے مزاج سے ہم آہنگ ہو۔ زندگی کو سمجھنے میں ان کی مدد کر سکے۔ اس میں تخیل کی رنگ آمیزی اور تصویر کی سحر کاری ہو۔ اس میں سیر و تفریح کا ساماں ہو۔ زبان، تہذیب اور مذہب کے بارے میں ان کی رہنمائی کر سکے۔ ان میں کشادہ قلب اور وسعت نظر پیدا کر سکے۔ انھیں معلوم سے نا معلوم تک لے جا سکے۔[۸]

ڈاکٹر اسد اریب کا شاندار تجزیہ بچوں کا ادب الف سے ی تک میں ہے۔ مصنف نے بڑی محنت اور خوب صورتی سے اس کام کو سرانجام دیا ہے۔ سائنٹیفک طریقے سے اس پر شاید ہی کوئی کام کر پایا ہو۔ ڈاکٹر اسد اریب نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس پر خوب صورتی سے کام کیا۔

نئے رجحانات ڈاکٹر اسد اریب کی بچوں کے ادب پر اہم کتاب ہے۔ اس کے کل صفحات ۱۵۰ ہیں اور ۱۹۹۴ء میں اس کی اشاعت ملتان سے ہوئی۔ نئے رجحانات میں انگریزی کا ایک مضمون موجود ہے۔ Religious trend in Juvenile literature اس کا عنوان ہے۔ حالاں کہ ڈاکٹر اسد اریب اُردو کے علاوہ اپنی کتاب میں دوسری زبان استعمال نہیں کرتے۔ اس کتاب نئے رجحانات میں انھوں نے ڈاکٹر طاہر تونسوی کی رائے کو شامل کیا ہے، تاہم وہ دوسرے قلم کار کو اپنی کسی بھی کتاب بھی شامل نہیں کرتے۔

ڈاکٹر طاہر تونسوی لکھتے ہیں کہ:۔

> یہ کتاب نئے رجحانات اردو کے تحقیقی و تنقیدی ادب میں ایک خوشگوار اضافہ ہے اور بچوں کے ادب کی ایک مختصر مگر جامع تاریخ ہے جو پہلی بار وقیع حوالے سے سامنے آئی ہے۔ اس پس منظر میں ڈاکٹر اریب نے بچوں کے لیے تعمیری، فلاحی اور

> اخلاقی ادب تخلیق کرنے کے لیے بعض تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ خاص طور پر تعلیمی حوالے سے جو تجاویز ہیں وہ خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔ نصاب مرتب کرنے والوں کے لیے ان تجاویز کا مطالعہ ناگزیر ہے۔[۹]

اس میں مصنف نے بتایا ہے کہ وہ بچوں کے ادب پر مسلسل تیس برس سے کام کر رہا ہے۔ بچوں کے ادب پر انھوں نے تین کتابیں لکھی جن میں اردو میں بچوں کا ادب، نئے رجحانات اور الف سے ی تک وغیرہ شامل ہیں۔

بچوں کے ادب پر مصنف نے بہت زیادہ کام کیا۔ بچوں کے ادب میں تقسیم سے پہلے اور بعد میں کون سی تبدیلی آئی ہے۔ بچوں کے ادب پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ تقسیم کے بعد اس ادب کی اہمیت اور حیثیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ پاکستان رسائل بھی تقسیم کے بعد دلی کے اخبار کھلونا جیسے ہوگئے۔ بچوں کے رسائل میں چٹکلے، نظمیں، تاریخی واقعات، لطیفے اور کہانیاں زیادہ تر اس رسائل کا موضوع بنے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان اخبار کا رجحان تبدیل ہوگیا۔ سائنس، مذہب اور شخصیات ان سب کو بچوں کے رسائل کا حصہ بنا دیا گیا اور وہ جو من گھڑت کہانیاں اور قصے یعنی جنوں اور پریوں ان کی طرف توجہ کم سے کم کر دی گئی۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ انھوں نے بچوں کے ادب پر ایک خاص صفحہ مخصوص کیا اور اس صفحے پر صرف بچوں کے لیے قصے، کہانیاں لطیفے یہ سب کچھ شامل کر دیا۔

بچوں کے ادبی اُفق پر کچھ نئے ستارے میں ڈاکٹر اسد نے دو نوخیز نوجوانوں کی کتابوں کو مد نظر رکھ کر ان کی سیر حاصل پر تبصرہ کیا۔ بدحواسیاں بہزاد سحر کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> بہزاد سحر بچوں کے ادب میں پہلا کم عمر باقاعدہ مصنف ہے جس کے تخلیقی شاہکار کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے آتے ہیں جی چاہتا تھا کہ "بدحواسیاں" کے فلیپ پر مصنف کے مکمل کوائف، سن و سال سمیت اس کی تصویر کے ساتھ درج ہوتے تو یہ ریکارڈ آنے والے زمانوں کے لیے زیادہ معتبر ہو جاتا۔[۱۰]

یہ بات بڑے اعزاز کی ہے کہ بہزاد سحر نے کم عمری میں ہی اتنی ادبی پختہ کاری پر کتاب لکھی۔

ڈاکٹر اسد اریب نے جو دوسری کتاب کا ذکر کیا ہے۔ وہ کتاب ادیب روف پاریکھ کی ہے۔ اس میں پاریکھ نے بچوں کے لیے چھوتی کہانیاں نہایت خوب صورت اور سلیقے سے لکھی ہیں۔ اس کتاب کا نام پٹاخوں کا ہنگامہ ہے۔ جو گیارہ چھوٹی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ بچوں کے ادب پر خواتین نے جو کام کیا ہے۔ ان ازلی رشتوں سے بچوں کے ادب کی بنیاد ہے جو ایک بچے اور ماں کے درمیان ہے لیکن اس پر خواتین کو اتنی شہرت نہیں ملی کیوں کہ بچوں کے ادب پر سب سے زیادہ تر جو کام ہے۔ وہ مردوں کا ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب نے ان خواتین کا خصوصی ذکر کیا ہے جنھوں نے عہد قدیم سے لے کر عہد جدید تک بچوں کے ادب پر کام کیا۔

ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> ۱۸۹۸ء میں تہذیب نسواں جاری ہوا۔ اس رسالے نے ہندوستانی عورتوں اور خصوصاً مسلمان خواتین میں بچوں کے ادب کی اہمیت واضح کی۔ محمدی بیگم کے بعد بنتِ نذر الباقر نے جب ہفتہ وار پھول کی ادارت سنبھالی، اردو میں بچوں کے لیے لکھنے والی خواتین کے سامنے نئے ادبی خطوط ابھر کر نمایاں ہوئے۔ ترغیب اور تحریص کا یہ عمل پھول کے ذریعے کم و بیش نصف صدی تک جاری رہا۔ نذر سجاد حیدر، فیاض بیگم، بنت داؤد الرحمٰن، حلیمہ بیگم، آصف جہاں بیگم، بلقیس جمال، لیڈ ذوالفقار علی خان، لیلیٰ خواجہ بانو، بیگم صاحبہ ہمایوں مرزا بیسویں صدی کے ابتدائی عہد میں بچوں کے ادب پر لکھنے والی نمایاں خواتین ہیں۔"

اگر برصغیر کے حالات دیکھے جائے تو پتا چلا کہ مسلمانوں پر چھے سو برس مسلسل حکومت کے بعد زوال آیا۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> ادب زندگی کی چمک دمک سے خالی نہ ہو۔ ہمارے عہد کے نوجوان کو مطالعے کی لذت سے ناآشنا نہیں ہونا چاہیے۔ پرانے تجربات کا علم حاصل کیے بغیر نئے تجربے کرنا بے معنی ہے۔ ادب زندگی کی آواز ہے جو ادیب صدائے عصر نہیں سن سکتا۔ وہ ادیب نہیں، محض محرر ہے۔"[۱۲]

ڈاکٹر اسد اریب کی ایک اور اہم کتاب تجزیے اور تجاویز بچوں کے ادب پر لکھی جانے والی کتاب ہے جو ۲۰۰۲ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ یہ کتاب ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ دیباچہ ماہ طلعت زاہدی مصنف کی

شریک حیات کا ہے۔ اس کتاب کا انتساب ڈاکٹر اسد نے "ولیجہ" اپنی نواسی کے نام کیا ہے۔ اس اعتبار کے ساتھ کہ وہ تہذیبی روایات کو اپنے نانا کی طرح قائم رکھے گی۔ ڈاکٹر اسد اریب کی اکثر کتابوں میں کسی اور کی رائے یا دیباچہ نہیں ہوتا لیکن یہ دوسری کتاب ہے جس میں ماہ طلعت زاہدی کا دیباچہ منظوم انداز میں لکھا گیا ہے۔ یہ دیباچہ پر تاثر ہونے کے ساتھ کتاب کے مضامین کا پوری طرح احاطہ کرتا ہے۔ ایک شعر ہے کہ:۔

ہم کہانی لکھیں کہ نظم خیال ہو نہ تاثیر تو حروف کا جال
لفظ جب دل میں گھر نہیں کرتا کوئی موضوع اثر نہیں کرتا [۱۳]

اردو میں بچوں کے ادب پر لکھی جانے والی پہلی کتاب خالق باری ہے۔ اس ادب کا آغاز سولھویں صدی عیسوی سے ہوا۔ اس دور میں لکھی جانے والی کتابیں صرف فارسی کی گرامر کو سمجھانے کا کام دیتی تھیں۔ دو رسالے؛ ایک قصیدہ در لغات جو حکیم یوسفی اور دوسرا مقبول البیان یہ فارسی کے ہیں اور اردو الفاظ کی شرح کی گئی۔ نصاب کی پرانی کتابوں میں غالب کا قادر نامہ بھی شامل ہے۔

- نثر کے مقابلے نظم کو زیادہ اہمیت دی جائے۔
- معلومات عامہ خصوصاً تمدنی زندگی سے آگاہی کا ذخیرہ ہو۔
- نصاب محض الفاظ کی فرہنگ ہو

محمد ابراہیم مقبہ اور انگریز ناظم تعلیمات مسٹر لاری انیسویں صدی کے نصف کی کتابیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

ہندوستانی ادیبوں نے اپنے علم کے ذریعے دنیا تو روشن کی مگر دین کی روشنی دھیرے دھیرے کم ہوتی گئی۔ ہمیں اپنی تہذیب و ثقافت انگریزی تہذیب کے قدموں میں دبتی ہوئی نظر آتی ہے اور اس کے بوجھ تلے دب چکی ہے۔ ڈاکٹر اسد اریب لکھتے ہیں کہ:۔

> اطمینان کی بات یہ ہے کہ بچوں کے لیے لکھے جانے والے نئے نصابوں میں زندگی کے نئے مظاہر سائنسی ایجادات اور علوم عقلیہ کو آہستہ آہستہ وہ جگہ ملتی جا رہی ہے نیا زمانہ ہم سے جس کا متقاضی ہے۔ [۱۴]

زمانے کے مطابق چلنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم دین سے دور ہو جائے، ہم دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو بھی اپنائے ان دونوں کا ساتھ چلتے رہنا ہی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

اسماعیل میرٹھی کا اردو ادب میں بہت بڑا مقام ہے۔ انھوں نے اردو زبان پر بہت سی کتب لکھی ہیں۔ بچوں کے لیے نہایت عمدہ انداز میں لکھی جانے والی کتابیں جو اس دور کے ادیبوں نے لکھی۔ ان میں مولوی ذکاء اللہ، مولانا محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد، مولوی محمد اسماعیل میرٹھی اور مولانا الطاف حسین حالی وغیرہ شامل ہیں۔ شبلی، حالی اور نذیر احمد نے سر سید کے افکارِ تازہ کو پروان چڑھایا۔ پیسہ اخبار یہ وہ اخبار ہے جس میں بچوں کے صفحات موجود تھے اور یہ اس دور کا پہلا اخبار تھا جس میں بچوں کو ادب کے بارے میں ترغیب دی۔ منشی محبوب عالم اس کے ایڈیٹر (۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۹ء) اس کی اشاعت ہوئی۔ ادیبوں نے گذشتہ پچیس تیس سالوں میں جو شہرت پانے والے ادیبوں نے اس رسالے کی مدد سے لکھنا سیکھا۔ حضرت ادریسؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ہمیں مکالمہ کی روایت ملتی ہے کیوں کہ ہم علم کو فروغ مکالمے کے اور سوال وجواب کی مدد سے دے سکتے ہیں۔ مکالمے کے رواج کا پتا یونان اور روما کی مجلس سے بھی چلا اور اس کے بعد "صفہ" پہلی اوپن یونی ورسٹی مدینہ میں قائم کی گئی۔ شروع میں سوال اٹھایا گیا ہے کہ یہ مضمون، کہانیاں، کتابیں اور قصے ہم کس کے لیے لکھتے ہیں۔ اگر ہم دوسروں کے لیے ادب تخلیق کرتے ہیں تو ان کے مفادات کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ انھوں نے اتنے خوب صورت انداز میں لکھا ہے کہ:۔

> ادب: زندگی کے لیے ایسی زبان ہے جو خوش بیانی اور رنگینی کے ساتھ پر اثر بھی ہے۔ ادب کی یہ اثر آفرینی اور ادیب کا یہ افسوں، اس قدر دیرپا اور مستقل ہے کہ قومیں ختم ہو جاتی ہیں مگر ان کا ادب باقی رہتا ہے۔[۱۵]

اس کے حوالے کے طور پر ہم مثالیں ڈھونڈیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کھلونا بچوں میں ایسا مشہور رسالہ تھا جس نے بچوں کے ادب کو نئے رجحانات دیے۔ بچوں کے ادب کی مضبوط روایت کھلونا کی مدد سے ہوئی اور پھر رسائل کے ساتھ اخبارات میں بھی بچوں کے لیے صفحات مخصوص کیے گئے۔ بچوں کے ادب کے حوالے سے ہمدرد کے حکیم سعید کا کام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اسی طرح تہذیب نسواں مولوی ممتاز علی اور ان کی شریکِ حیات کے ذریعے دعوت کو عام کیا۔ ہفتہ وار پھول کی ادارت بنت نذر الباقر نے محمدی بیگم کے بعد سنبھالی۔ بچوں کے ادب پر لکھنے والی خواتین میں آصف جہاں بیگم، بلقیس جمال، لیڈی ذوالفقار علی خان، لیلیٰ خواجہ بانو، نذر سجاد اور فیاض بیگم وغیرہ۔ جدید دور میں بچوں پر کام کرنے والی خواتین میں قدسیہ

بیگم زیدی، رقیہ ریحانہ، مریم زمانی، زیتون بانو، ثاقبہ رحیم الدّین، فرزانہ یاسمین، شمائلہ ظفر اور انور جہاں وغیرہ۔ شہلا شبلی کا بچوں کے لیے نظموں کا مجموعہ جھنجھنا اور عذرا حفیظ الرحمٰن کی سائنسی کہانیاں اہم ہے۔

حوالہ جات

---

۱ ڈاکٹر روبینہ ترین، تاریخ ادبیات ملتان (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)، ۳۰۸۔

۲ ڈاکٹر اسد اریب، میرا فرمایا ہوا (ملتان: کتاب نگر، ۲۰۱۹ء)، بیک ٹائٹل۔

۳ ایضاً، ۹۔

۴ ڈاکٹر اسد اریب، بچوں کا ادب (تاریخ و تنقید) (ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۸۶ء)، ۷۔

۵ ڈاکٹر اسد اریب، تجزیے اور تجاویز (بچوں کا ادب) (ملتان: کتاب نگر، ۲۰۰۲ء)، ۷۔

۶ ڈاکٹر اسد اریب، الف سے ی تک (ملتان: کتاب نگر، ۱۹۹۰ء)، ۲۸۔

۷ ڈاکٹر اسد اریب، بچوں کا ادب (تاریخ و تنقید)، ۹۔

۸ ایضاً، ۲۰۔

۹ ڈاکٹر طاہر تونسوی، ''بچوں کا ادب: ایک مطالعہ''، مشمولہ: نئے رجحانات (بچوں کا ادب)، از: ڈاکٹر اسد اریب (ملتان: روحانی آرٹ پریس، ۱۹۹۴ء)، ۱۳۷۔

۱۰ ڈاکٹر اسد اریب، بچوں کا ادب (تاریخ و تنقید)، ۷۔

۱۱ ڈاکٹر اسد اریب، الف سے ی تک، ۳۷۔

۱۲ ڈاکٹر اسد اریب، ارشاد الاریب (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء)، ۵۔

۱۳ ڈاکٹر اسد اریب، تجزیے اور تجاویز (بچوں کا ادب)، ۱۱۔

۱۴ ڈاکٹر اسد اریب، لغات العزا (ملتان: روحانی پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۰ء)، ۱۱۰۔

۱۵ ڈاکٹر اسد اریب، بچوں کا ادب (تاریخ و تنقید)، ۷۔